26

اسلام نے شہریت کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان کی پابندی کو اپنا شعار بناؤ

(فرمودہ 9 نومبر 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا ہے اور انسانیت کی بنیاد مدنیت پر رکھی گئی ہے۔ انسان خواہ گاؤں میں رہے، قصبات میں رہے یا بڑے بڑے شہروں میں رہے وہ اکٹھا رہے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے رہے گا۔ اس کی ترقی کا انحصار ہمیشہ مدنیت پر ہے۔ قرآن کریم میں انسانِ اوّل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ جس جگہ رہے گا وہاں کی یہ خصوصیت ہو گی کہ نہ وہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا رہے گا۔ 1 اس کے عام معنیٰ یہی ہو سکتے ہیں کہ وہاں اُسے کپڑا اور روٹی ملتی رہے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسان بھوکا بھی رہتا ہے اور ننگا بھی رہتا ہے۔ دنیا میں ہم ہزاروں ہزار واقعات فاقہ کشی کے دیکھتے ہیں، ہزاروں انسان ہمیں ننگے نظر آتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ انسان جہاں رہے گا وہاں کی یہ خصوصیت ہو گی کہ نہ وہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا رہے گا؟ دراصل اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ جہاں کہیں انسان رہے گا وہاں اس کے لیے

خدا تعالیٰ کی طرف سے روٹی اور کپڑا نازل ہوا کرے گا بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہاں اُس کے لیے کپڑا اور روٹی کے سامان مہیا ہوں گے۔ اور کپڑا اور روٹی کے سامان مدنیت کی صورت میں ہی مل سکتے ہیں۔ کوئی شخص گندم بو رہا ہوتا ہے، کوئی باجرا بو رہا ہوتا ہے، کوئی جَو بو رہا ہوتا ہے، کوئی مکئی بو رہا ہوتا ہے۔ اِسی طرح کوئی گوشت بیچ رہا ہوتا ہے اور کوئی سبزی بیچ رہا ہوتا ہے۔ اور یہ چیز جنگل میں نہیں ہوسکتی۔ جنگل میں اصل سامان بھوکا رہنے کا ہے کیونکہ انسان کے لیے پکے ہوئے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ جنگل میں نہیں ہوسکتا۔ جنگل میں جانور رہتا ہے اور وہ پتے کھاتا ہے لیکن انسان کی غذا پتے نہیں۔ جانور جنگل میں درختوں کی جڑیں اور چھلکے کھا کر گزارہ کرتا ہے لیکن انسان کی غذا جڑیں اور چھلکے نہیں انسان کی غذا گندم، جَو، باجرا اور مکئی وغیرہ ہے۔ اور یہ چیزیں تبھی مہیا ہوسکتی ہیں جب وہ شہر میں رہتا ہو۔ شہر میں کوئی شخص گندم لا رہا ہوتا ہے، کوئی باجرا لا رہا ہوتا ہے، کوئی جَو اور مکئی لا رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ جَو کھانے والے کو جَو مل جاتے ہیں، گندم کھانے والے کو گندم مل جاتی ہے اور باجرا کھانے والے کو باجرا مل جاتا ہے۔ غرض شہر میں ہر شخص کی ضرورت کے مطابق سامان مہیا ہوتے ہیں۔ پھر گوشت ہے انسانی فطرت جس طرح گوشت کو چاہتی ہے اور گوشت کی جن اقسام کو چاہتی ہے اُس کے لیے بھی ساتھیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں جہاں بھی انسان رہا ہے اور وہاں تمدّن رہا ہے وہ پکا کر کھانے کا عادی رہا ہے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ دنیا میں کچا گوشت کھانے والے بھی ملتے ہیں لیکن جہاں پکا کر کھانے والے چلے گئے ہیں وہاں کچا گوشت کھانے والے بھی پکا کر کھانے لگ گئے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کچا کھانے والے کہیں گئے ہوں تو وہاں پکا کر کھانے والے بھی کچا گوشت کھانے لگ گئے ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پکا کر کھانا فطرتی چیز ہے اور جو چیز طبیعت کے اندر داخل ہوتی ہے وہی غالب ہوتی ہے۔ اگر کچا کھانا اصل فطرتی چیز ہوتا تو چاہیے تھا کہ جہاں حبشی یا کسی اور غیر متمدن قوم کا کوئی فرد آ جاتا وہاں سارے لوگ ہنڈیا پکانا چھوڑ دیتے اور کچا گوشت کھانے لگ جاتے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ ہاں! یہ ضرور ہوتا ہے کہ جہاں پکا کر کھانے والے چلے جاتے ہیں وہاں کچا کھانے والے بھی پکا کر کھانے لگ جاتے ہیں۔ امریکہ، آسٹریلیا کے پرانے لوگ کچے کھانے کھاتے تھے لیکن جب پکا کر کھانے والے وہاں گئے تو اب وہی لوگ زردہ، پلاؤ، ٹوسٹ اور ڈبل روٹی کھانے لگ گئے ہیں۔ یہ نظارہ کہیں نہیں دیکھا گیا کہ ٹوسٹ اور ڈبل روٹی کھانے والوں نے کیڑے مکوڑے اور کچا گوشت کھانا

شروع کر دیا ہو۔ گویا فطرت نے یہی محسوس کیا ہے کہ پکا کر کھانا ترقی یافتہ چیز ہے۔

اِسی طرح ننگا رہنا ہے لَا تَعْرٰی کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان کے لیے سلے سلائے لباس آسمان سے اُترا کریں گے اور اِس کے یہ معنے نہیں کہ وہاں ننگ ڈھانکنے کے سامان مہیا ہوں گے۔ جب انسان اکیلا رہتا ہو تو وہ ننگا رہتا ہے لیکن جب وہ مل کر رہتا ہے تو وہ ننگا نہیں رہتا۔ ایک متمدن سے متمدن آدمی جب اکیلا نہاتا ہے تو وہ ننگا نہا لیتا ہے لیکن ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی جب باہر آئے گا تو کپڑے پہنے گا سوائے حبشیوں اور اُن لوگوں کے جن کی تہذیب نے ابھی ترقی نہیں کی۔ پس لَا تَعْرٰی کے معنے یہ ہیں کہ تم مل کر رہو گے اور لباس پہن کر رہو گے کیونکہ انسانی فطرت میں یہ رکھ دیا گیا ہے کہ جب وہ کسی کے سامنے آئے تن ڈھانک کر آئے۔ اِسی لیے ننگا رہنا بُری چیز ہے۔

غرض جہاں جہاں انسانی فطرت اپنے آپ کو نمایاں کرتی چلی جاتی ہے وہاں مدنیّت ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ درحقیقت انسان پیدا ہی مدنی الطبع ہوا ہے۔ اس لیے وہ منڈیوں میں جاتا ہے، غذائیں مہیا کرتا ہے، اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور لباس کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جنگل میں رہنے والا انسان ننگا بھی رہتا ہے اور بھوکا بھی لیکن جب وہ شہر میں آتا ہے تو وہ کھانا کھاتا ہے، کپڑے پہنتا ہے۔ افریقہ میں ابھی بیشک بعض ایسی قومیں رہتی ہیں، ابھی نئی تہذیب سے اُن کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ وہاں جو لوگ جاتے تھے وہ بتاتے تھے کہ یہ لوگ ننگے جنگلوں میں رہتے ہیں اور شہروں میں بہت کم آتے ہیں اور اگر آئیں تو شہروں میں انہیں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس لیے جب کبھی وہ شہر کی طرف آتے ہیں ایک تہہ بند کندھے پر ڈال لیتے ہیں اور جب وہ شہر کے قریب پہنچتے ہیں تو تہہ بند پہن لیتے ہیں لیکن جب واپس جاتے ہیں تو شہر سے باہر نکلتے ہی تہہ بند اُتار دیتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں یہ غیر فطرتی چیز پائی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے ابھی صحیح طور پر ترقی نہیں کی۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ جب انسان دوسروں کے سامنے آتا ہے تو اپنا ننگ ڈھانکتا ہے۔ یہی چیز لَا تَعْرٰی میں بیان کی گئی ہے کہ تم اکٹھے رہو گے اور جب ایک دوسرے کے سامنے آؤ گے تو تمہیں احساس ہوگا کہ ہم ننگے نہ رہیں۔ انسان کی زندگی کا بنیادی اصول یہی ہے اور اسلام کی تاریخ اس کے گرد چکر لگاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی مجلس میں آؤ تو بدبودار چیز کھا کر نہ آؤ۔[2] مدنیت کے لیے یہ چیز ضروری ہے۔ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ تمہیں کیا حق ہے

کہ تم مجھے پیاز اور لہسن کھانے سے منع کرو۔ مجھے پیاز اور لہسن پسند ہیں میں ضرور کھاؤں گا اور تم مجھے منع نہیں کر سکتے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اسلام اُس کے اِس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ جو چیز اُس کے لیے جائز قرار دی گئی ہے وہ اُسے کھالے لیکن اسلام کہتا ہے کہ جب تم مجلس میں آتے ہو تو تمہارے حقوق محدود ہو جاتے ہیں۔ وہاں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ تمہارا کیا حق ہے اور تمہیں کیا چیز پسند ہے بلکہ وہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو کیا چیز پسند ہے۔ اگر تم کوئی ایسی چیز کھا کر آ جاتے ہو جس سے پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف محسوس ہوتی ہو تو تم اسلام کی تعلیم کے خلاف جاتے ہو۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جب تم مجلس میں آؤ تو بدبودار چیز کھا کر نہ آؤ اور نہ سر پر کوئی ایسی چیز لگاؤ جو بدبودار ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو نہایت لطیف پیرایہ میں سمجھایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کیا ہوتا ہے؟ وہ فرشتہ ہوتا ہے۔ فرمایا جب تم کوئی بدبودار چیز کھا کر آتے ہو تو فرشتے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ یعنی پاس بیٹھنے والے مومنوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ گویا مومنوں کو آپ نے فرشتے قرار دیا ہے۔ پھر فرشتہ کہہ کر اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جس طرح فرشتہ خیر پہنچاتا ہے شرّ نہیں پہنچاتا اِسی طرح مومن بھی صرف خیر پہنچانے والا ہوتا ہے شرّ پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ گویا اِس طرح بتایا کہ جب تم پیاز اور لہسن کھا کر آتے ہو تو تمہاری مثال شیطان کی سی ہوتی ہے جو دوسرے کی ایذاء دہی میں خوش ہوتا ہے۔ اور جو شخص لہسن اور پیاز یا کوئی اَور بدبودار چیز کھا کر مجلس میں نہیں آتا وہ فرشتہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ اُس کا یہ حق تھا کہ وہ لہسن اور پیاز کھالے اور خدا تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں اس کے لیے جائز قرار دی تھیں لیکن وہ انہیں نہیں کھاتا۔ اِس لیے کہ اُس کے پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ گویا جو لوگ پیاز اور لہسن کھا کر مجلس میں آ جاتے ہیں وہ شیطان ہیں۔ اور جو لوگ پیاز اور لہسن کھا کر مجالس میں نہیں آتے وہ فرشتے ہیں۔ جب تک ہم ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے جو تمدن کے لیے ضروری ہیں اُس وقت تک ہم یہ اُمید نہیں کر سکتے کہ ہم اسلام کی روشنی اور اس کی ترقی سے کوئی فائدہ اٹھائیں گے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت چند مسائل پر چکر کھا رہی ہے۔ وہ وفاتِ مسیح وغیرہ پر زور دیتی ہے لیکن اسلام کے بنیادی اصولوں کی طرف اس کی توجہ نہیں۔ مثلاً یہی چیز لے لو کہ کسی دوسرے شخص کو تمہارے ہاتھوں تکلیف نہ ہو۔ اگرچہ میرے ذہن میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض افراد نے

اِس تعلیم پر عمل کیا ہے لیکن یہ چیز قومی کریکٹر کے طور پر جماعت میں نہیں ملتی۔ گاڑی میں لوگ بیٹھتے ہیں تو وہ نئے آنے والوں کو جگہ نہیں دیتے۔ اگر کسی نے ڈبّہ ریزرو کرایا ہوا ہو۔ مثلاً اُس کے ساتھ عورتیں ہیں اور وہ نہیں چاہتا کہ کوئی غیر مرد اُس ڈبہ میں داخل ہو اور وہ ڈبّہ ریزرو کرا لیتا ہے تو دوسروں کا حق نہیں کہ وہ اُس ڈبہ میں داخل ہوں لیکن دوسرے ڈبّوں میں بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کسی ڈبّہ میں دو افراد بیٹھے ہیں تو اُن کی انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ وہ دو ہی رہیں اور اس کے لیے وہ عجیب عجیب حرکات کریں گے۔ دروازوں کے آگے سامان رکھ دیں گے، کوئی اسٹیشن آئے گا تو کھڑکیاں بند کر لیں گے اور چادر تان کر لیٹ جائیں گے۔ حالانکہ تمدّن کے معنے ہی یہ تھے کہ ہر شخص دوسرے کا خیال رکھے اور مومنانہ شان بھی یہی ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ نے اُسے حق دیا ہے مثلاً کوئی سرکاری افسر ہے اُس کے لیے علیحدہ ڈبہ ہے یا کسی نے کسی خاص مقصد کے لیے کوئی ڈبّہ ریزرو کرایا ہو تو کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اُس میں داخل ہو۔ لیکن جب وہ ایک عام ڈبّہ میں بیٹھتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دے۔ وہ خود تکلیف برداشت کرے لیکن دوسروں کو تکلیف نہ دے۔ مجھے صرف ایک مثال یاد ہے کہ پہلے بیٹھے ہوئے نے نئے آنے والے کو جگہ دے دی اور وہ بھی نہایت تلخ مثال ہے اور دوبارہ خواہش نہیں ہوئی کہ ایسا ہو۔

حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ایک دفعہ میں امرتسر سے گاڑی پر سوار ہوا۔ دیوالی کا موسم تھا۔ گاڑی میں رش زیادہ تھا۔ مجھے جگہ نہ ملی اور میں کھڑا ہو گیا۔ ایک شخص نے مجھے زور سے کہا آئیے تشریف لائیے اور دوسرے لوگوں کو کہا کہ یہ شریف آدمی ہیں ان کے لیے جگہ چھوڑ دو۔ پھر ایک شخص سے کہنے لگا اٹھو! یہاں سے، تم ان کے لیے جگہ کیوں نہیں چھوڑتے؟ اُس کے رویہ سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ شخص مجھے پہچانتا ہے۔ چنانچہ لوگ سمٹ گئے اور تھوڑی سی جگہ نکل آئی جہاں میں بیٹھ گیا۔ وہ پھر کہنے لگا میں آپ کی کیا خدمت کروں۔ بوتل منگواؤں، چائے منگواؤں؟ میں نے کہا نہیں نہیں مجھے اس وقت کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ تھا کہ برابر دہرائے جا رہا تھا کہ میں آپ کی کیا خدمت کروں؟ بوتل منگواؤں، چائے منگواؤں؟ وہ ابھی اس قسم کی باتیں کر رہا تھا کہ ایک اَور شخص ڈبّہ میں داخل ہوا۔ اُس کے آتے ہی وہ کہنے لگا آئیے تشریف لائیے۔ اس کے لیے جگہ چھوڑ دو۔ اور میری طرف سے اس نے منہ پھیر لیا۔ بھیڑ بہت زیادہ تھی اور لوگ سمٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آخر وہ جگہ کہاں سے نکالتے۔

جب کوئی جگہ نہ نکلی تو اُس نے ایک شخص سے کہا بڑے بے شرم ہو! ایک شریف آدمی کھڑا ہے اور تم اسے جگہ نہیں دیتے۔ اِس پر وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا یہ عجیب آدمی ہے کہ خود آرام سے بیٹھا ہے اور دوسروں سے کہہ رہا ہے انہیں جگہ دو۔ بعد میں پتا لگا کہ وہ اُس وقت شراب پیئے ہوئے تھا۔ غرض یہ ایک ہی واقعہ مجھے یاد ہے کہ جب ریل میں بیٹھے ہوئے کسی نے بعد میں آنے والے سے کہا ہو کہ آؤ اور یہاں بیٹھ جاؤ۔ اور یہ واقعہ بھی ایک شرابی کا ہے وہ عقلمند نہیں تھا حالانکہ چاہیے تھا کہ عقلمند لوگ اِس طرح کرتے۔

یورپ میں ہم ایک دفعہ انڈر گراؤنڈ ریلوے میں سفر کر رہے تھے کہ ایک عورت آئی۔ گاڑی میں رش زیادہ تھا۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اسے گاڑی میں بٹھا لو۔ چنانچہ انہوں نے اُس عورت کو گاڑی میں بٹھا لیا اور وہ ممنون بھی ہوئی مگر ایک شخص نے پاس سے کہا آپ نے اسے جگہ کیوں دی ہے؟ پہلے جب عورتیں آتی تھیں تو ہم جگہ چھوڑ دیتے تھے لیکن اَب یہ کہتی ہیں کہ عورت اور مرد برابر ہیں اس لیے اب ہم انہیں جگہ نہیں دیتے۔ ہم کہتے ہیں جس طرح ہم کھڑے رہتے ہیں اُسی طرح تم کھڑی رہو۔ میں نے کہا یہ آپ کے آپس کے جھگڑے ہیں ہمیں اِس سے کوئی غرض نہیں۔ ہم تو مسافر ہیں۔ لیکن اب بھی شرفاء میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ جب کوئی بعد میں سوار ہو تو وہ خود تکلیف برداشت کر لیتے ہیں اور دوسرے کو جگہ دے دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں کوشش کی جاتی ہے کہ جتنا دھوکا کوئی شخص دے سکے دے۔

ہمارے ایک احمدی بزرگ تھے۔ وہ نیک آدمی تھے لیکن پرانی عادات آہستہ آہستہ جاتی ہیں۔ وہ بڑے فخر سے اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں ریل میں سوار ہوا۔ غریب آدمی تھا، پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کندھے پر ایک پھٹی پرانی چادر تھی۔ میں کمرے میں گُھسا لیکن کسی شخص نے مجھے جگہ نہ دی۔ میرے پاس بعض ہندو بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہا ذرا کپڑے بچا کر رکھنا بھرشٹ 3 نہ ہو جائیں۔ وہ جَھٹ پرے ہو گئے اور اس طرح تھوڑی سی جگہ نکل آئی جہاں میں بیٹھ گیا۔ جب میں وہاں بیٹھا تو ساتھ والا ہندو اُٹھ بیٹھا۔ میں نے ذرا اَور پاؤں پھیلائے تو تیسرا ہندو بھی اٹھ بیٹھا۔ اِسی طرح جب میں نے اَور ٹانگیں پھیلائیں تو دوسرے ہندو بھی اٹھ بیٹھے اور سیٹ خالی ہو گئی اور میں آرام سے لیٹ گیا۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک شخص نے کہا تُسی کون ہُندے او؟

میں نے کہا أَسِــیْ 4 کمّیں ہُندے آں۔ اُس نے سمجھا میں چوڑھا ہوں اور بھرشٹ ہونے کے ڈر سے اُس نے میرے لیے جگہ چھوڑ دی حالانکہ میں نے سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ 5 کے مطابق کیا تھا کہ ہمارا کام خدمت کرنا ہے آگے کوئی جو چاہے اِس کے معنے کرے ہم بہرحال خادم ہی ہیں۔

غرض ہمارے ملک میں یہ فخر سمجھتا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کو زِک پہنچائی جائے حالانکہ مدنیت اِس کی اجازت نہیں دیتی۔ جب لوگ ٹکٹ لے رہے ہوتے ہیں تو ہر ایک دوسرے کو کندھا مار رہا ہوتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کی جگہ لے لے۔ میں نے یورپ میں دیکھا ہے کہ ایسی جگہ پر بھی جہاں اطمینان کا سوال پیدا نہیں ہوتا یعنی شرابیوں میں بھی یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ قطار میں کھڑے ہوتے ہیں اور باری باری آتے ہیں اور شراب لیتے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اور مرد بھی ہوتے ہیں لیکن ہر ایک اپنی باری کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے۔ بعض دفعہ سو سو کی قطاریں ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ جب قطار اتنی لمبی ہوجاتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں اِس سے رستہ کو نقصان پہنچے گا تو وہ دوسری قطار بنا لیتے ہیں، پھر تیسری قطار بنا لیتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوگا کہ دوسری یا تیسری قطار میں سے کوئی آدمی شراب لے لے۔ پہلی قطار شراب لے لے گی تو دوسری قطار کا پہلا آدمی آگے بڑھے گا۔ اسی طرح جب تک دوسری قطار ساری کی ساری شراب نہ لے لے گی تیسری قطار کا پہلا آدمی آگے نہیں بڑھے گا۔ یہ اُن کا تمدّن ہے۔ بیشک وہ عیسائی ہیں لیکن یہ چیزیں انہوں نے اسلام سے لی ہیں۔

دراصل ''انسان مدنی الطبع ہے'' کے معنے ہی یہی ہیں کہ ہمیں ایک دوسرے کا لحاظ کرنا ہوگا۔ اگر ہم ایک دوسرے کا لحاظ نہیں کرتے تو ہم مدنیت کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ جس چیز کو مدنیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے ہمارے ملک میں لوگ اُس کا نام چالاکی رکھ لیتے ہیں۔ گویا انہیں دوسرے کا حق مارنے میں مزا آتا ہے۔

اِسی طرح شہر کے رہائشی حصوں میں گند پھینکنا بھی مدنیت کے خلاف ہے۔ گو اس میں بہت سا دخل اس بات کا بھی ہے کہ ہمارے ملک میں گندگی کا معیار بہت گرا ہوا ہے، ہماری عورتوں میں صفائی کا احساس بہت کم پایا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بات نہیں تھی۔ جہاں اِس بات کے متعلق بھی سوال کیا جاتا تھا کہ حائضہ حیض کی جگہ کس طرح دھوئے؟ وہاں صفائی کا معیار

کتنا بلند ہوگا۔ لیکن یہاں میں نے دیکھا ہے کہ عورتیں آتی ہیں تو میرے سامنے ہی بچوں کو پاخانہ کرانے کے لیے بٹھا دیتی ہیں۔ پھر اُس کو ہاتھ سے صاف کرتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ صفائی کا معیار اِس حد تک کیوں گر گیا ہے۔ پھر ناک پونچھنا ہے بالعموم ہمارے ہاں کپڑے کے ساتھ ناک پونچھ لیا جاتا ہے۔ غرض گندگی کا احساس بہت کم ہے اور جب گندگی کا احساس اتنا کم ہو کہ پاخانہ ہاتھ سے صاف کر دیا اور پھر گلی میں پھینک دیا اور اگر ہاتھ گیلا ہوا تو پاجامے سے پونچھ لیا تو یہ بات کیسے دوبھر معلوم ہوگی کہ گندگی کو گلی میں پھینک دیا جائے۔ ان کے نزدیک یہ بہرحال زیادہ صفائی کی چیز ہے اور عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ گھر سے گند اُٹھایا اور گلی میں پھینک دیا۔ گویا جو چیز سب سے زیادہ صاف ہونی چاہیے تھی اُس کو زیادہ گندا رکھا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو زہر تین افراد کو نقصان پہنچاتی ہے وہ اُس زہر سے بہت زیادہ خطرناک ہے جو ایک شخص کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور جو زہر پچاس خاندانوں کو نقصان پہنچاتی ہے وہ اُس زہر سے زیادہ خطرناک ہے جو ایک خاندان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اب اسلامی تعلیم تو موجود ہے کہ گلیوں میں گند نہیں پھینکنا چاہیے لیکن ہمارے ملک میں اس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

اِس طرح اسلام کے اَور احکام بھی ہیں جو آجکل پسِ پُشت ڈال دیئے گئے ہیں۔ مثلاً دکاندار ہے وہ سڑی ہوئی چیزیں بیچتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز جس گھر جائے گی وہاں بیماری پھیل جائے گی۔ یہ بد دیانتی الگ ہے اور شہر سے دشمنی الگ۔ جو شخص اِس قسم کی حرکت کرتا ہے اُسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شہر میں رہے۔ پھر اِنہی چیزوں کو پھیلاتے جاؤ تمہیں بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔

مجھے اِس مضمون پر خطبہ جمعہ پڑھنے کی تحریک اس وجہ سے ہوئی ہے کہ مجھے بدبو سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پرسوں شام بدبو کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف ہوئی اور معلوم ہوا کہ کہیں پتھر کے کوئلے جل رہے ہیں۔ پاکستان کے کوئلے میں گندھک زیادہ ہوتی ہے اس لیے تجربات کیے جا رہے ہیں کہ کوئلے سے گندھک کیسے دور کی جائے۔ وہ کوئلے شاید لائن سے پار جل رہے تھے لیکن اُن کی بُو سارے ربوہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ شاید جلانے والے کو یہ خیال ہو کہ کوئلہ جلانے سے اسے روپیہ میں سے چار آنہ کی بچت ہے لیکن اُس میں شہریت کا احساس نہیں۔ اُس نے یہ خیال کیا کہ مجھے روپیہ میں سے

چار آنے بچ جائیں لیکن یہ خیال نہ کیا کہ اُس کے اِس فعل کے نتیجہ میں لوگ بیمار ہوں گے اور ان پر سینکڑوں روپے خرچ ہوں گے۔ مومن کو ہمیشہ اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اُس سے دوسرے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے۔ یورپ میں اگرچہ ناچ اور گانے کا رواج ہے لیکن ایسے قانون بھی موجود ہیں کہ کسی خاص وقت کے بعد شور وغل قطعاً نہ ہو۔ میں نے ابھی جرمنی کی ایک کتاب پڑھی ہے جس میں لکھا ہے کہ جرمن میں بارہ بجے کے بعد قطعی طور پر شور بند ہو جاتا ہے یہ مدنیت ہے۔ انسان کو بہرحال آرام کرنے کا موقع ملنا چاہیے اور یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب اردگرد شور نہ ہو۔ بہرحال جب ہمیں اکٹھا رہنا ہے تو ہمیں ایک دوسرے کا لحاظ کرنا ہوگا۔ جو شخص دوسرے کا لحاظ نہیں کرتا وہ جنگل میں چلا جائے۔ شہر میں رہنے کا اُسے حق نہیں۔ جس شخص نے گلیوں میں گند پھینکنا ہے یا گندی غذائیں کھانا ہے یا کپڑوں سے ناک پونچھنا ہے وہ شہر سے باہر رہے اُسے شہر میں رہنے کا حق نہیں کیونکہ یہ چیزیں مدنیت کے خلاف ہیں اور پھر انسان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ دوسروں کے لیے اُس کا وجود فائدہ کا موجب ہو۔

مجھے ایک دفعہ ایک انگریز ملا۔ وہ مشہور آدمی تھا اور مجھے دیر سے اُسے ملنے کا شوق تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے کھانے پر بلا لیا۔ اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرا فرانسیسیوں کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا جہاں تک میں نے اندازہ کیا ہے فرانسیسی زیادہ شائستہ اور مہذب ہوتا ہے لیکن انگریز خشک ہوتا ہے اور انٹروڈکشن کے بغیر کسی سے بولنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ایک فرق ضرور ہے کہ اگر کسی کو اچانک تکلیف پہنچے اور کوئی انگریز اُس کے پاس سے گزرے تو خواہ وہ اُس کا واقف ہو یا نہ وہ اُس کی مدد کرے گا لیکن فرانسیسی اُسے جانتا بھی ہوگا تو آگے گزر جائے گا۔ وہ ہنس پڑا۔ اُس کی سوال کرنے سے کچھ اَور غرض تھی لیکن تاہم وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ میری ماں فرانسیسی تھی۔ یہ مدنیت کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے فرق ہے۔ میرا اندازہ یہی ہے کہ انگریز ہر واقف اور ناواقف کی جب وہ مصیبت زدہ ہو مدد کرے گا لیکن فرانسیسی واقف بھی ہوگا تو پاس سے گزر جائے گا۔ میں جب شام گیا تو دیکھا کہ لوگ انگریزوں کی تعریف کرتے ہیں اور فرانسیسیوں کی تعریف نہیں کرتے۔ جب میں نے ان سے انگریزوں کی تعریف سنی تو میں نے کہا تم پسند کرتے ہو کہ انگریز یہاں آ جائیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ ابھی تو تم انگریزوں کی تعریف کر رہے تھے۔ اِس پر انہوں نے کہا فرانسیسی ہمیں ٹھڈّے بھی مارتا ہے تو اِس طرح جیسے بھائی بھائی کو مارتا ہے لیکن انگریز ہم سے نیک سلوک بھی

کرتا ہے تو اِس طرح جیسے کُتّے سے سلوک کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم فرانسیسیوں کو ہی پسند کرتے ہیں انگریزوں کو نہیں۔ انگریز مہربان تو ہوتے ہیں لیکن اُن کے اندر یہ جذبہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ اَوروں سے بالا ہیں لیکن فرانسیسی ظلم بھی کریں گے تو اِس طرح جس طرح ایک بھائی بھائی پر کرتا ہے۔

بہرحال ہر ایک قوم کے الگ الگ اخلاق ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ اسلام اُن کا پابند ہو۔ فرانسیسیوں کے الگ اخلاق ہیں، امریکہ والوں کے الگ اخلاق ہیں، انگریزوں کے الگ اخلاق ہیں ہم ان کے پابند نہیں۔ اسلام نے خود تمدّن کے بعض اصول مقرر فرمائے ہیں اور ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم ان اصولوں کی پابندی اختیار کریں۔ احمدی جب اسٹیشن پر جائیں قطار میں کھڑے ہو کر ٹکٹ لیں، جب ریل میں بیٹھیں سمٹ کر بیٹھیں اور نئے آنے والوں کو جگہ دیں، جب ضرورت پڑے ہر احمدی میں یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے کی مدد کے لیے تیار ہو جائے۔ اِسی طرح شہروں میں صفائی کا خیال رکھا جائے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف محسوس ہو۔

ربوہ کو ہی لے لو۔ ربوہ میں جہاں کہیں گند ہو اُسے دور کرو۔ یا اگر طاقت ہے تو دوسروں سے صفائی کرواؤ۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ گند گھر سے نکال کر باہر گلی میں پھینک دیا جائے۔ میں نے ربوہ میں چلتے پھرتے دیکھا ہے کہ اِدھر اُدھر پاخانہ پھرا ہوا ہوگا جو جُوتی سے لگ جاتا ہے۔ یا اگر کسی نے مرغی کھائی ہے تو اُس کی انتڑیاں باہر پھینک دی جاتی ہیں اور وہ جوتی کے ساتھ چپک جاتی ہیں اور دور تک ساتھ گھسٹتی جاتی ہیں۔ شہر میں رہتے ہوئے ہر اُس فعل سے اجتناب کرنا چاہیے جو دوسرے کے لیے ضرر رساں ہو۔ انسان جو چیز بھی استعمال کرے اُس کے متعلق سوچ لے کہ اس سے دوسرے کو تکلیف تو نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئلہ ہے شہری آبادی میں پتھر کا کوئلہ جلانا نہایت مُضِر ہے۔ اِس سے نمونیا اور کھانسی پیدا ہوتی ہے۔ اِسی طرح گلے میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انڈسٹریل ایریا شہر کے ایک طرف رکھا جاتا ہے۔ یہ ایسی خصوصیات ہیں کہ اگر کسی میں پائی جائیں تو خوامخواہ لوگ سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اگر تم ریل میں بیٹھے ہو اور نئے آنے والوں کو جگہ مہیا کرتے ہو، خود تکلیف برداشت کرتے ہو اور دوسرے کو تکلیف میں نہیں رہنے دیتے تو لوگ پوچھیں گے تم کون ہو؟ اور جب تم کہو گے کہ میں احمدی ہوں تو خواہ کسی کو احمدیوں سے واسطہ پڑا ہو یا نہیں ہر کوئی یہ کہے گا کہ میں نے پہلے بھی سنا ہے کہ احمدی لوگ با اخلاق ہوتے ہیں۔ اور ڈبّہ کے لوگ بجائے مخالفت

کرنے کے تمہاری تعریفیں کرنے لگ جائیں گے اور رستہ میں یہی تعریف ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی یہ اخلاق نہیں دکھاتا تو ایک مخالف کو موقع مل جائے گا اور وہ تمہیں دیکھ کر ڈبّہ میں تمہارے متعلق جوش پھیلائے گا اور لوگ تمہارے مخالف ہو جائیں گے لیکن اگر تم اچھے اخلاق دکھاتے ہو تو کسی کو تمہارے خلاف بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی، کسی کو یہ طاقت نہیں ہوگی کہ وہ تمہارے خلاف بولے۔ ہر کوئی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے گا۔ جب رَو چلتی ہے تو اِسی طرح چلتی ہے۔ اگر بیماریوں کی باتیں شروع ہو جائیں تو دو دو گھنٹے بیماریوں کی باتیں ہی چلی جاتی ہیں، گانے بجانے کے متعلق باتیں شروع ہو جائیں تو وہی باتیں دو دو گھنٹہ تک چلتی جاتی ہیں۔ تم نے ایک رَو چلانی ہے اور اُس کا یہی طریق ہے جو میں نے بتایا ہے۔ اور تم ان باتوں کو مدّنظر رکھ کر سفر کرو تو کئی میل تک احمدیت کا ہی تذکرہ چلا جائے گا اور کسی کو جرأت نہیں ہوگی کہ وہ احمدیوں کے خلاف کوئی بات اپنے منہ سے نکالے۔ اگر وہ احمدیوں کے خلاف کچھ کہے گا تو سب لوگ کہیں گے کہ تُو جھوٹا ہے۔ کیا تُو نے بھی کسی نئے آنے والوں کو جگہ دی ہے؟ کیا تُو بھی کسی کے لیے کھڑا ہوا ہے؟ پس آسان ترین ذریعہ رَو چلانے کا یہی ہوتا ہے کہ اخلاق کا اچھا نمونہ دکھایا جائے۔ اور پھر ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اسلامی مدنیت کا پابند بنائے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ جہاں حقوق مشترک ہوں وہاں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے جس سے دوسروں کو ضرر پہنچے بلکہ ایسا ہی کام کرنا چاہیے جس سے ارد گرد کے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو اور اس سے انہیں راحت حاصل ہو''۔

(الفضل 16 راگست 1961ء)

1: اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى (طٰهٰ:119)

2: بخاری کتاب الاطعمة باب ما یکرہ من الثوم والبقول

3: بھرشٹ: ناپاک، پلید (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

4: أَسِیْ: أَسِیْ، أَسَان، أَسِیْں بمعنٰی ہم (وڈی پنجابی لغت مرتبہ تنویر بخاری)

5: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال. کتاب الصُّحبة من قسم الاقوال. الباب الثانی فی آداب الصُّحبَةِ وَالْمَصَاحب وَمحظُوْرَاتِھا۔ الجزء 9 صفحہ 18 حدیث نمبر 24829 بیروت لبنان 1998ء